لازوال

اداریہ

موسمی حالات اور خانہ بدوشوں کیلئے کی مشکلات

پچھلی چند دہائیوں میں جموں اور کشمیر میں بتدریج بدلتے ہوئے موسمی حالات گجر بکروالوں اور گدی قبائل کی دو سالہ موسمی ہجرت کے صدیوں پرانے طریقوں کو بری طرح متاثر کر رہے ہیں جو وہ شمال مغربی ہمالیہ کی طرف کرتے ہیں۔ یہ بات ایک مشہور قبائلی محقق جاوید راہی نے حال ہی میں کہی، انکا کہنا ہے کہ ان مشکلات کی وجہ سے خانہ بدوش قبائل ہر سال جانیں اور جانور کھو رہے ہیں اور یہ تعداد ہر سال بڑھ رہی ہے۔ ڈاکٹر راہی نے کہا کہ پچھلے کئی سالوں سے یہ سلسلہ چل رہا ہے کہ جموں، سانبہ، کٹھوعہ اور دیگر ملحقہ علاقوں میں موسم گرما شروع ہونے کی وجہ سے گوجر۔ بکروال جانوروں کے ساتھ اونچے میدانوں کی طرف بڑھنا شروع کر دیتے ہیں اور اس کے نتیجے میں وہ یا تو بیچ میں پھنس گئے یا جب وہ کشمیر کے ویلے یا پر پنچال خطے جیسے سرد علاقوں میں داخل ہوئے تو انہیں کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ انہوں نے کہا کہ انہیں چارے کی کمی، اچانک برف باری اور دیگر بہت سے مسائل کا سامنا ہے۔ انہوں نے کہا کہ قبائلی برادریوں کو ان ناگہانی مشکلات سے نمٹنے کے لیے اضافی اقدامات کرنا ہوں گے جو بدلتی ہوئی آب و ہوا کے پیش نظر روز بروز بڑھ رہی ہیں۔ ڈاکٹر راہی نے معاشرے کے پڑھے لکھے نوجوانوں پر زور دیا کہ وہ جانوں اور مویشیوں کے نقصان سے بچنے کے لیے قبیلے کو سائنسی معلومات دیں۔ انہوں نے کہا کہ اگرچہ خانہ بدوش گوجر اور بکروال نے جموں و کشمیر اور ہماچل پردیش کے پہاڑی اور جنگلاتی علاقوں میں بادل پھٹنے، لینڈ سلائیڈنگ اور روشنی کے خطرات سے نمٹنے کے لیے روایتی علم کا استعمال کیا لیکن انہیں "ڈیزاسٹر مینجمنٹ ٹریننگ" ضرور حاصل کرنی چاہیے۔ انہوں نے قبائلی امور کے محکمہ جموں و کشمیر سے اپیل کی کہ وہ خانہ بدوش گوجروں اور بکروالوں کے نوجوانوں کے لیے اس طرح کی تربیت کا انتظام کریں اور انہیں اپنی روزمرہ کی زندگی میں قدرتی مشکلات کا سامنا کرنے کے لیے تیار کریں۔ ڈاکٹر راہی نے ہمیشہ قبائلی طبقہ کے سلگتے مسائل کو بڑی خوبصورتی سے اجاگر کیا اور اس کے ازالہ تلاشنے کیلئے حکومتوں کو آمادہ کیا ہے، یہ بھی ایک اہم مسئلہ ابھارا گیا ہے جو خانہ بدوش طبقہ کی زندگی اور موت کا سوال ہے، اُمید ہے قبائلی امور محکمہ کے سپیشل سیکریٹری ڈاکٹر شاہد اقبال چودھری اپنی مثالی دلچسپی دکھائیں گے اور اس ضمن میں انقلابی اقدامات اُٹھائیں گے جن کی اُنہیں عادت ہے۔

”زباں ملی ہے مگر ہم زباں نہیں ملتا“

محمد اعظم شاہد

چند دن قبل راہل گاندھی نے برطانیہ کے کیمبرڈج یونیورسٹی کے جج بزنس اسکول میں ”اکیسویں صدی میں سننے کا ہنر سیکھنا ہوگا“ کے موضوع پر خصوصی لکچر پیش کیا، مذکورہ یونیورسٹی میں مہمان مدرس Visiting Fellow کے طور پر مدعو راہل گاندھی نے واضح طور پر کہا کہ عالمی امن و بقائے باہمی کیلئے ایک دوسرے کو سمجھنے کیلئے سننے کی صلاحیت کا ہر کسی کو حاصل ہونا چاہیے۔ موجودہ دور میں فرصت کی کمی ہے ہر کوئی اپنے آپ میں مصروف ہے۔ حالات کو سمجھنے کیلئے سننے کی ضرورت، آج سب سے بڑا کام ہے۔ ایک طرف فیصلے اور اقدامات جس میں سب کی شمولیت نہ ہو تو حالات بنتے نہیں بگڑ جاتے ہیں۔ افراتفری کا ماحول اسی انا پرستی کے باعث دنیا میں چاروں طرف پھیلا ہوا ہے۔ اور وطن عزیز ہندوستان میں بھی یہی صورتحال ہے۔

اس موڑ پر ندا فاضلی کا یہ شعر پوری طرح صادق آتا ہے……

جسے بھی دیکھئے وہ اپنے آپ میں گم ہے زباں ملی ہے
مگر ہم زباں نہیں ملتا

یعنی سب اپنا کہا ہوا، اپنا سنایا ہوا فیصلہ ہی مقدم سمجھنے لگے ہیں۔ فرد ہو یا سماج یا پھر ریاست ہو کہ ملک بلکہ پوری دنیا میں باہمی ترقی و بقاء کیلئے کون کیا کہہ رہا ہے، وہ سننا بھی سمجھنا بھی ضروری ہے۔

اپنے ملک میں جمہوریت کا منظر نامے پر بولتے ہوئے راہل گاندھی نے بتایا کہ ہندوستان میں جمہوریت پر متواتر حملے ہو رہے ہیں۔ اپنی بات کو رکھتے ہوئے پانچ اہم نکات پر دلائل کے ساتھ وضاحت پیش کی۔ پہلا یہ کہ عدلیہ اور میڈیا کو اپنی گرفت میں رکھتے ہوئے حکومت نے انہیں اپنے قابو میں رکھا ہوا ہے۔ دوسرا یہ کہ مزاحمت اور جواب دہی کیلئے اٹھنے والی آوازوں اور اپوزیشن پر نگرانی کیلئے جاسوسی اور حراساں کرنے کی تدابیر اپنانا، تیسرا نکتہ یہ ہے کہ اپنے ماتحت تفتیشی محکموں کو اپنے مفاد کیلئے حکومت کا جانبدارانہ استعمال، چوتھا اہم مسئلہ اقلیتوں کے ساتھ ناروا سلوک، دلتوں اور قبائلیوں کے ساتھ ظلم و ستم اور پانچواں توجہ طلب نکتہ یہ کہ حکومت کے فیصلوں سے عدم اتفاق رکھنے اور سوالات اٹھانے والوں پر قانونی شکنجہ کسنا۔ ان اہم نکات پر راہل نے اپنے مطمح نظر کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ ملک میں آئین، جمہوریت اور دیرینہ تکثیریتی شناخت کو پامال کرنے کی مذموم کوششیں ہو رہی ہیں۔ امریکہ اور چین میں عوامی شمولیت کی اہمیت اور مجموعی ترقی کی توصیت میں راہل نے کہا کہ وہاں ترقی کے مواقع آسان ہیں، اس لئے کہ عوام کے احساسات کی قدر کی جاتی ہے اپنی بھارت جوڑو یاترا کے دوران اپنے تجربات بیان کرتے ہوئے راہل نے بتایا کہ لوگ کھل کر ملے، گھل کر مل گئے، جب انہیں احساس ہوا کہ کوئی ان کا اپنا ان کے احوال سننے کیلئے ان کے درمیان ہے۔ لوگوں کے اندر چھپی ہوئی ان کہی اتنی باتیں سننے کو ملیں کہ راست طور پر اندازہ ہوا کہ کس طرح کہنے والوں کو سننے والے ملتے ہی نہیں۔ یا پھر ایسا ماحول بنایا جاتا ہے کہ ارباب اقتدار جو کہتے ہیں وہ سنتے جاؤ بس، لوگوں کا حال سننے کیلئے ہمارے (حکومت کے) پاس وقت ہی نہیں ہے۔

راہل گاندھی ایسے وقت میں بیرون ملک بقائے باہمی کا درس ایک قدیم دانش گاہ میں دے رہے تھے جب اندرون ملک شمال مشرق کی ریاستوں کے اسمبلی انتخابات میں ان کی پارٹی (کانگریس) شکست سے روبرو تھی۔ بی جے پی اپنی شاندار کامیابی پر شاداں و نازاں تھی، بی جے پی کے ترجمان، راہل کے لکچر پر تنقید کے تیر برسانے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے میں مصروف ہو گئے۔ کہا گیا کہ کانگریس کی حالیہ انتخابات میں شکست کا محاسبہ کرنے کی بجائے راہل ودیش (بیرون ملک) میں دیش (ملک) کی مریاد اپر سوال اٹھا رہے ہیں۔ جمہوریت کو ناکام بتا رہے ہیں۔ راہل کو نا سمجھ، ناپختہ سیاستدان قرار دیتے ہوئے، بی جے پی نے الزام لگایا کہ دیار غیر میں چین کی تعریف اور بھارت کی توہین کی گئی ہے۔ بیان بازی کا دور چل نکلا۔ کانگریس کے ترجمان نے بی جے پی کو آئینہ دکھایا کہ کس طرح وزیر اعظم اپنے چین کے دوروں کے دوران اس ملک کی تعریف کیا کرتے ہیں، ویسے ہماری حکومت ساری دنیا کو یہ تاثر دے رہی ہے کہ ہمارے ہاں سب ٹھیک ٹھاک ہے۔

راہل کو ہندوستان میں جمہوریت کے عدم استحکام پر بیرون ملک میں بات کرنا گویا عالمی سطح پر ملک کی امیج کو داغدار کرنے کے مترادف ہے۔ بتایا جا رہا ہے کہ جب ہندوستان جی۔ 20 ممالک کی سربراہی کے منصب پر فائز ہے۔ ایسے میں ملک کے حالات پر تنقید کرنا گویا بیرونی ممالک سے ہندوستان کا رخ کرنے والے سرمایہ کاروں کو روکا جانا ہے۔ اب جبکہ چین سے عالمی سطح پر سرمایہ کار اپنے کارخانوں اور مصنوعات کیلئے ہندوستان کا رخ کر رہے ہیں اور یہاں روزگار کے مواقع بڑھانے پر کام ہو رہا ہے۔ اس مرحلے پر چین کی تعریف کرنا، بی جے پی کہہ رہی ہے کہ یہ ملک کے مفاد کے خلاف ہے۔ اب اقتدار کا نشہ بی جے پی پر پہلے سے زیادہ سر چڑھ کر بول رہا ہے، وہ (بی جے پی) صرف اپنا کہا ہی آخری فرمان سمجھتی ہے۔ اپنا ہی سننا جنہیں عزیز ہے، وہ بھلا کہاں راہل کے اس نکتہ کو سمجھنے کی کوشش کریں گے جو کھلے دل سے دوسروں کی باتیں سننے کی بات کر رہے ہیں۔

خواتین کے عالمی دن پر خاص

آن لائن کاروبار میں خود کفیل ہوتی خواتین

ارچنا کشور

عورت قدرت کی خوبصورت ترین تخلیقات میں سے ایک ہے۔ پوری دنیا اس نصف آبادی پر مشتمل ہے۔ 8 مارچ دنیا کی اس نصف آبادی کا دن ہے۔ خواتین کا عالمی دن ہر سال اس دن منایا جاتا ہے جس کا مقصد انہیں ان کے حقوق سے آگاہ کرنا اور انہیں بااختیار بنانا ہے۔ تمام خواتین اور لڑکیوں کو جدت اور ٹیکنالوجی سے جوڑنے کے لیے، اقوام متحدہ نے 2023 کا تھیم "ڈیجیٹل: صنفی مساوات کے لیے اختراع اور ٹیکنالوجی" کا انتخاب کیا ہے۔ اچھی بات یہ ہے کہ ہمارے ملک کے چھوٹے شہروں کی لڑکیاں بھی اسے حقیقت بنا رہی ہیں۔ ایسا ہی ایک شہر بہار کا چھپرا ہے۔ گھاگھرا اور گنگا ندی کے سنگم پر واقع اس چھوٹے سے شہر میں بھی خواتین کاروباریوں کی تعداد میں اضافہ دیکھنے میں آیا ہے اور اس میں انٹرنیٹ اور ٹیکنالوجی نے ان کی کافی مدد کی ہے۔ سوشل میڈیا اور ٹیکنالوجی کی ترقی نے نہ صرف خواتین کے کاروباری ہونے کے امکانات کو بڑھایا ہے بلکہ اسمارٹ فونز اور لیپ ٹاپ کی مدد سے انہیں اپنی انگلیوں پر بھی لایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب شیفا فیض، انکیتا اور ندھی پربھاکر جیسی خواتین گھر میں رہ کر کامیابی سے کاروبار اور تجارت کر رہی ہیں۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ آغاز کتنا بڑا یا چھوٹا ہے، اہم بات 'شروع کرنے کی ہمت' ہے۔ چھپرا کی نوجوان کاروباری شفا فیض نے صرف 18 سال کی عمر میں سوشل میڈیا کی مدد سے آن لائن گفٹ بزنس شروع کیا۔ فروری 2018 میں، اس نے "شیفو کریشن" کے نام سے ایک پلیٹ فارم بنایا اور ہاتھ سے بنے اور پرنٹ شدہ تحائف کی آن لائن ڈیلیوری شروع کی۔ پدرانہ معاشرے میں کاروبار شروع کرنا کتنا مشکل ہے؟ کیا آپ نے کبھی محسوس کیا کہ اگر لڑکا ہوتی تو صورتحال مختلف ہوتی؟ اس سوال کے جواب میں شفا کا کہنا ہے کہ "خدا کا شکر ہے کہ میں لڑکا نہیں ہوں، میں زیادہ درست کرنے کے قابل ہوں، لوگ مجھ پر اعتماد کرتے ہیں"۔ شیفا کہتی ہیں، "مجھے بچپن سے ہی دستکاری کا شوق تھا، مختلف چیزیں بناتی تھی۔ اگرچہ یہ ضروری نہیں کہ شروع میں ہر چیز اچھی ہو، پھر بھی میں اسے بناتی تھی۔ اسے انسٹاگرام پر پوسٹ کرتی اور یوٹیوب پر ڈال دیا کرتی تھی۔ آہستہ آہستہ لوگ اسے پسند کرنے لگے اور میں بھی اسے بناتے ہوئے صحیح اور غلط کو سمجھنے لگی۔ 2018 میں میں نے اسے کاروبار میں تبدیل کرنے کا سوچا، گھر والوں کو یہ بات قدرے عجیب لگی لیکن فروری میں انسٹاگرام پر شیفو کریشنز کے نام سے میرا اکاؤنٹ بنا۔ اسٹارٹ اپ کے لیے سرمایہ کاری کی ضرورت ہے، اس کے مقابلے میں میں نے زیادہ سرمایہ کاری نہیں کی۔ میں نے دستکاری کی اشیاء کے لیے جو تھوڑی سی رقم خرچ کی وہ صرف 50 سے 100 روپے کے درمیان تھی۔ اپنے کام کو اکاؤنٹ پر پوسٹ کرتی رہتی تھی۔ اب میں بے صبری سے اپنے پہلے آرڈر کا انتظار کر رہی تھی"۔ شیفا کو اپنے پہلے آرڈر کے لیے چار مہینے انتظار کرنا پڑا۔ آخر کار اسے جون میں اپنا پہلا آرڈر ملا۔ شفا کا کہنا ہے کہ "پہلا آرڈر پا کر میں بہت خوش ہوئی، یہ آرڈر میری دوست نے اپنی بہن کے لیے دیا تھا۔ میں نے ایک خوبصورت کارڈ بنایا اور خود اسے پہنچانے گئی، اس نے مجھے اس کے لیے 100 روپے دیے۔ یہ میری پہلی آمدنی تھی۔ آہستہ آہستہ مجھے آرڈر ملنے لگے۔ اب مجھے ایک مہینے میں 20 سے 25 آرڈر ملتے ہیں۔ اب چھپرا کے باہر بھی یوپی، دہلی، پنجاب، تامل ناڈو، مہاراشٹر اور آسام سے آرڈر آتے ہیں۔" شیفہ کہتی ہیں کہ گھر پر ہاتھ سے بنے تمام آرڈرز وہ خود کرتی ہوں۔ جبکہ وہ کمپنی کی طرف سے بنائے گئے سامان کا آرڈر بذریعہ کوریئر بھیجتی ہیں۔ اس کا خواب ہے کہ وہ اپنی فیکٹری قائم کرے اور شیفو کریشن کو ایک برانڈ بنائے۔ شیفا کے والدین شروع میں اس اسٹارٹ اپ کے خلاف تھے۔ لیکن اب وہ خوش ہے کہ شیفا ان کے گھر کی پہلی لڑکی ہے جو اتنی چھوٹی عمر سے اپنا کاروبار کر کے خود کفیل ہو گئی ہے۔ شیفو کریشنز کی ایک کسٹمر کومل کہتی ہیں، "پہلی بار مجھے آرڈر دیتے میں ڈر تھا کہ کہیں یہ جعلی نہ ہو۔ لیکن یہ بالکل ٹھیک نکلا"۔ وہ کہتی ہیں کہ "شیفا گاہکوں کی پسند کے مطابق تحائف تیار کرتی ہیں۔"

یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ عورتیں زمانہ قدیم سے کاروبار کے میدان میں صنفی عدم مساوات کا شکار رہی ہیں۔ لیکن اپنی ہمت سے اس نے برسوں پرانے مردوں کی اس اجارہ داری کو ختم کر دیا ہے۔ اس کی مثالیں دو بہنیں انکیتا پربھاکر اور ندھی پربھاکر ہیں۔ جس نے اپنے برسوں پرانے کاروباری خواب کو پورا کیا۔ انکیتا کہتی ہیں، "ہم ایک تاجر گھرانے سے ہیں۔ ہماری کپڑوں کی ایک بڑی دکان ہے۔ چھپرا کے آس پاس کے تمام گاؤں کو ہول سیل سپلائی کیا جاتا ہے۔ یہ سب دیکھ کر ہم بھی اس کاروبار میں اپنا حصہ ڈالنا چاہتے تھے۔ لیکن چھپرا اتنی ترقی یافتہ جگہ نہیں ہے۔ جس میں خواتین کو حوصلہ دیا جائے۔ گھر میں ہر چیز کی آزادی تھی لیکن عورتیں کاروبار کریں یہ پسند نہیں تھا۔ گھر کی سخت حکمرانی کی وجہ سے خود کا کاروبار کا خواب ادھورا رہ گیا۔ پھر شادی اور بچوں کی پرورش میں الجھ کر رہ گئی۔ جب اس سے آزاد ہوئی تو واپس سوچنا شروع کیا۔ ہم نے والد اور چچا کے کولکتہ اور سورت کے دکانداروں سے رابطہ کیا، وہ ہول سیل سپلائی کرتے تھے، انہوں نے ہمارے ساتھ ریٹیلرز کے نمبر شیئر کیے، آخر کار ہم دونوں نے 2016 میں واٹس ایپ گروپ بنا کر کپڑے کا آن لائن کاروبار شروع کیا۔ آج ہمارے 3800 صارفین ہیں جن میں خوردہ فروش اور تھوک فروش شامل ہیں"۔ ندھی کہتی ہیں، "ڈیجیٹل مارکیٹ نے ہمارے کاروبار میں بہت مدد کی ہے۔ حالانکہ یہ بہت مشکل کام ہے۔ لیکن اگر آپ کے پاس علم ہے، تو صرف آپ ہی یہ کر سکتی ہیں۔" وہ کہتی ہیں کہ "میں بی ٹیک ہوں، میں نے خود پڑھ کر اپنا پلیٹ فارم بڑھایا، اپنی پوسٹ کو بڑھایا۔"

تاہم، کاروبار چاہے آن لائن ہو یا آف لائن، خواتین کو اس شعبے میں کئی سطحوں پر چیلنجز کا سامنا ہے۔ لیکن اپنی سمجھ اور ہمت سے وہ ان تمام چیلنجز پر آسانی سے کامیابی حاصل کر لیتی ہیں۔ آن لائن پلیٹ فارم ان کی کامیابی میں مددگار ثابت ہوا ہے۔ درحقیقت سوشل میڈیا اور ٹیکنالوجی نے کاروبار کی نوعیت ہی بدل دی ہے۔ یہ چھوٹے شہر کی خواتین کے لیے ایک بہتر آپشن کے طور پر ابھرا ہے۔ امید ہے کہ مستقبل قریب میں مزید خواتین اس سے فائدہ اٹھا سکیں گی۔ یہ مضمون سنجوئے گھوش میڈیا ایوارڈ 2022 کے تحت لکھا گیا ہے۔

(چرخہ فیچر)

شمال مشرقی ریاستوں کے انتخابات کا پیغام

ڈاکٹر مظفر حسین غزالی

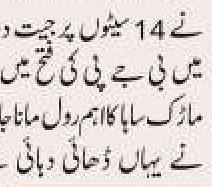

شمال مشرق کی ریاستوں میں ہوئے انتخابات کے نتائج آ چکے ہیں۔ تریپورہ، ناگالینڈ اور میگھالیہ پر بی جے پی یا اس کی اتحادی جماعتوں کا قبضہ ہو چکا ہے۔ اسی کے ساتھ ملک کے 4033 ممبران اسمبلی میں سے کانگریس کے پاس صرف 658 ممبران بچے ہیں۔ 2014 میں اس کے 24 فیصد ایم ایل اے تھے۔ اب 16 فیصد ہی رہ گئے ہیں۔ مودی کے دور اقتدار میں کانگریس 331 ایم ایل اے گنوا چکی ہے۔ جبکہ بی جے پی کے کھاتے میں 474 کا اضافہ ہوا ہے۔ آندھرا پردیش، ناگالینڈ، سکم مغربی بنگال اور دہلی میں اس کا ایک بھی ایم ایل اے نہیں ہے۔ گزشتہ نو سال میں کانگریس کا اقتدار 11 ریاستوں سے گھٹ کر 6 میں سمٹ گیا ہے۔ ان میں سے بھی تین بہار، جھارکھنڈ اور تمل ناڈو میں وہ اتحادی حکومت کا حصہ ہے۔ انتخابات کو لے کر کانگریس کی سنجیدگی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ شمال مشرقی ریاستوں کے انتخابات کے وقت وہ چھتیس گڑھ کے اجلاس کو کامیاب بنانے میں لگی تھی لیکن وہیں دوسری طرف وزیر اعظم اور ان کی ٹیم تریپورہ، ناگالینڈ اور میگھالیہ میں ووٹ مانگ رہے تھے۔ گزشتہ پانچ سال میں اکیلے نریندر مودی نے شمال مشرق کی ریاستوں کا 47 مرتبہ دورہ کیا ہے۔ اس میں وزراء اعلیٰ اور مرکزی وزراء کو شامل کر لیا جائے تو اوسطاً ہر پندرہ دن میں بی جے پی کا کوئی وزیر شمال مشرق کی کسی ریاست کے دورے پر رہا ہے۔ نتیجے کے طور پر جہاں 2014 میں کانگریس اور بی جے پی کو وہاں کی 25 پارلیمانی سیٹوں میں سے 8-8 سیٹیں ملی تھیں۔ وہیں 2019 میں بی جے پی نے 14 سیٹوں پر جیت درج کی تھی۔ تریپورہ میں بی جے پی کی فتح میں وہاں کے وزیر اعلیٰ مارک ساہا کا اہم رول مانا جا رہا ہے۔ بی جے پی نے یہاں ڈھائی دہائی سے اقتدار پر قابض لیفٹ فرنٹ کو ہرا کر 2018 میں پہلی مرتبہ حکومت بنائی تھی۔ اس مرتبہ لیفٹ فرنٹ نے کانگریس کے ساتھ مل کر بی جے پی کو اقتدار سے باہر کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ اس سے قبل کانگریس مغربی بنگال میں بھی لیفٹ کے ساتھ مل کر الیکشن لڑ کر ناکام ہو چکی ہے۔ البتہ بہار کے الیکشن میں لیفٹ نے اچھا مظاہرہ کیا تھا۔ کیرالہ میں لیفٹ فرنٹ کانگریس کے مدمقابل ہے۔ یہاں تک کہ بھارت جوڑو یاترا کے یاتریوں کو لیفٹ نے اپنے زیر اثر علاقہ میں ٹھہرنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ تریپورہ میں کانگریس کا ووٹ فیصد 41.1 سے بڑھ کر 56.8 ہو گیا لیکن اسے تین سیٹیں ہی مل پائیں۔ وہیں سی پی آئی ایم 11 سیٹوں پر سمٹ گئی۔ اس کا ووٹ فیصد 70.42 سے گھٹ کر 24 فیصد رہ گیا۔ حکومت کے خلاف ناراضگی کو ایک طرف مارک ساہا کم کرنے میں کامیاب رہے۔ دوسری طرف مقامی پارٹی ٹپرا موتھا پارٹی کے الیکشن کو سہ رخی بنانے کا بی جے پی کو فائدہ ملا۔ لیفٹ اور کانگریس ٹپرا موتھا پارٹی سے اتحاد نہیں کر پایا۔ جبکہ بی جے پی نے یہ یقین دلا دیا کہ اسے ٹپرا موتھا کی تمام شرائط منظور ہیں اور وہ اس کے ساتھ مل کر حکومت بنائے گی بھلے ہی اس کی اکثریت کیوں نہ آ جائے۔ ناگالینڈ کے مقابلے میں کانگریس میگھالیہ میں مضبوط تھی۔ 2014 میں 29 سیٹوں کے ساتھ میگھالیہ میں کانگریس کی حکومت تھی۔ 2018 کے الیکشن میں کانگریس کو 8 سیٹوں کا نقصان اٹھانا پڑا۔ وہ یونائیٹڈ ڈیموکریٹک پارٹی کے ساتھ مل کر حکومت بنا سکتی تھی۔ لیکن دو سیٹ جیتنے والی بی جے پی نے این پی پی کی حکومت بنوا دی۔ جبکہ اس کے پاس صرف 19 سیٹ تھی۔ اس مرتبہ کانگریس 21 سے کھسک کر 5 سیٹ پر آ گئی۔ ناگالینڈ میں 80 اور میگھالیہ میں 75 فیصد آبادی عیسائی ہے۔ 2014 کے بعد بھاجپا کے حمایت یافتہ ہندو شدت پسند عیسائی مبلغوں اور چرچوں کو نشانہ بناتے رہے ہیں۔ مگر حالیہ انتخابات پر ان واقعات کا کوئی اثر دکھائی نہیں دیا۔ سوال یہ ہے کہ کیا عیسائی آبادی نے انہیں بھلا دیا، کیا مرکزی اقتدار کے ساتھ رہنے میں اپنی بھلائی محسوس کرتی ہے یا پھر حکومت کی اسکیمیں اس سب پر بھاری پڑی ہیں۔ یہ تحقیق سے معلوم ہوگا لیکن زمینی حقیقت یہ ہے کہ شمال مشرقی ریاستوں میں بی جے پی کا اثر بڑھ رہا ہے۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بی جے پی سوچی سمجھی حکمت عملی کے تحت شمال مشرقی ریاستوں پر فوکس کر رہی ہے۔ ایک طرف وہ ہندی پٹی اگر اسے نقصان ہوا تو اس کی یہاں سے بھرپائی کرنا چاہتی ہے۔ دوسری طرف آئین میں بنیادی تبدیلی میں یہ ریاستیں اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔ آئین کے بنیادی حقوق، صدر جمہوریہ کو منتخب کرنے طریقہ اور دوسری اہم ترامیم کے لئے ملک کی آدھی سے زیادہ ریاستوں کی منظوری درکار ہے۔ یہ ریاستیں بھلے ہی چھوٹی ہیں لیکن طاقت کے لحاظ سے انہیں وہی درجہ حاصل ہے جو بڑی ریاستوں کو۔ شاید اسی لئے بی جے پی ان پر خاص توجہ دے رہی ہے۔ وہاں کی چھوٹی پارٹیوں کی شرائط منظور کرنے میں بھی اسے کوئی پریشانی نہیں ہے۔ کیوں اسے معلوم ہے کہ طاقت ملنے کے بعد ان شرائط کو نظر انداز کرنے میں اسے کوئی دشواری نہیں ہوگی۔ اگر کوئی جماعت اس کے منصوبہ کو ناکام کرنے کی کوشش کرے گی تو ایجنسیاں اسے حد سے آگے نہیں بڑھنے دیں گی۔ ابھی تک حالات تو یہی بتاتے ہیں کہ جو بھی بی جے پی اقتدار کے خلاف آواز اٹھاتا ہے۔ ایجنسیاں اس کا اگلا پچھلا ریکارڈ چھاننے میں لگ جاتی ہیں۔ اس کے برعکس جو بھاجپا کی کشتی میں سوار ہو جاتا ہے اس کے بڑے سے بڑے معاملے ٹھنڈے بستے میں چلے جاتے ہیں۔ بی جے پی اور کانگریس کے درمیان یہی فرق ہے۔ بی جے پی کی پوری توجہ اپنے کنبے کو جوڑنے اور ووٹوں کو بڑھانے پر ہے۔ جبکہ طاقت ملنے کے بعد وہ اپنے اتحادیوں کو ختم کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ بی ایس پی، اکالی دل، جے ڈی یو، ایل جے پی، شیوسینا وغیرہ اس کی مثال ہیں۔ لیکن کانگریس اپنے ساتھیوں کو مطمئن کرنے، کنبہ کو بڑا کرنے اور ووٹوں کو جوڑ کر رکھنے میں مسلسل ناکام رہی ہے۔ کانگریس کے 85 ویں اجلاس سے ملک کو بڑی امید تھی۔ ملک یہاں سے بے روزگاری، مہنگائی، کرپشن اور آئینی اداروں کو مفلوج کئے جانے کے خلاف مضبوط آواز کے اٹھنے کا انتظار کر رہا تھا۔ لیکن راہل گاندھی کے میرے پاس گھر نہیں ہے والے بیان نے لوگوں کو مایوس کیا۔ اس اجلاس میں نوجوانوں، خواتین، اقلیت، دلتوں اور پسماندہ کو تنظیم میں ریزرویشن دینے اور گاؤں تک کانگریس کارکنوں کے پہنچنے کی تجویز پاس کی گئی ہے۔ مگر اس نے اپنے 137 سالہ نظریاتی سفر پر مشتمل اشتہار میں کسی مسلمان کو جگہ نہیں دی۔ جبکہ مسلمان جہاں ریجنل پارٹیاں نہیں ہیں وہاں کانگریس کو ووٹ دیتے ہیں۔ چھتیس گڑھ اجلاس میں کانگریس کارکنان کے گاؤں، پنچایت تک پہنچنے اور اپوزیشن کو متحد کرنے کا عہد کیا تھا۔ اسی کے بعد بہار کے وزیر اعلیٰ نتیش کمار نے کہا تھا کہ کانگریس سمیت پورا اپوزیشن اگر متحد ہو جائے تو اگلے پارلیمانی انتخابات میں بی جے پی 100 سیٹوں پر سمٹ جائے گی۔ لیکن ابھی تک کانگریس کی طرف سے اتحاد کا کوئی فارمولا سامنے نہیں آیا ہے۔ جبکہ سیاسی حالات تیزی سے بدل رہے ہیں۔ منیش سسودیا کی گرفتاری پر اپوزیشن پارٹیوں کے نو لیڈران نے اپنے دستخط کے ساتھ وزیر اعظم کو خط بھیجا ہے۔ اس میں کانگریس کا کوئی شخص موجود نہیں ہے۔ دستخط کرنے والوں میں ممتا بنرجی، چندر شیکھر راؤ، فاروق عبداللہ، ادھو ٹھاکرے، شرد پوار، اکھلیش یادو، بھگوت مان اور اروند کیجریوال شامل ہیں۔ اس خط میں وہ سارے سوالات اٹھائے گئے ہیں جن کا کانگریس نے اپنے اجلاس میں ذکر کیا تھا لیکن خط میں کہیں بھی اڈانی کا نام نہیں لیا گیا ہے۔ اس خط سے تیسرے مورچہ امکان کو ہوا دی ہے۔ کانگریس کے اجلاس میں صاف طور پر کہا گیا تھا کہ تیسرے مورچہ سے بی جے پی کو ہی فائدہ ہوگا۔ سوال یہ ہے کانگریس اس فرنٹ پر کیا کر رہی ہے۔ اسی سال کے آخر میں چھ اور ریاستوں کے انتخابات ہونے ہیں۔ بی جے پی وہاں اپنی انتخابی مہم شروع کر چکی ہے۔ مگر کانگریس کہیں دکھائی نہیں دے رہی۔ اگر وقت رہتے اپوزیشن نہیں سنبھلا اور کامن روڈ میپ تیار نہیں کیا تو ہاتھ آئے موقع کے باوجود کامیابی کی امید نہیں کی جا سکتی۔ شمال مشرقی ریاستوں کے انتخابات کا یہی پیغام ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ اپوزیشن اسے کب سمجھتا ہے۔